قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اٰل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر۔ ابوسعید

Online Edition

جمعہ 14فروری 2020ء | 19جمادی الثانی 1441ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ: 39

فرمانِ رسول ﷺ

شر سے محفوظ رہنے کی دعا

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم دعا مانگا کرتے تھے: اے اللہ! میں تیری فرمانبرداری کرتا ہوں، تجھ پر ایمان لاتا ہوں، تجھ پر توکل کرتا ہوں، تیری طرف جھکتا ہوں، تیری مدد سے دشمن کا مقابلہ کرتا ہوں۔ اے میرے اللہ! میں تیری عزّت کی پناہ چاہتا ہوں۔ تیرے سوا اَور کوئی معبود نہیں۔ تُو مجھے گمراہی سے بچا۔ تو زندہ ہے۔ تیرے سوا کسی کو بقا نہیں، جنّ و انس سب کے لیے فنا مقدر ہے۔

(مسلم کتاب الذکر)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

فرائض میں سستی نہ کرو

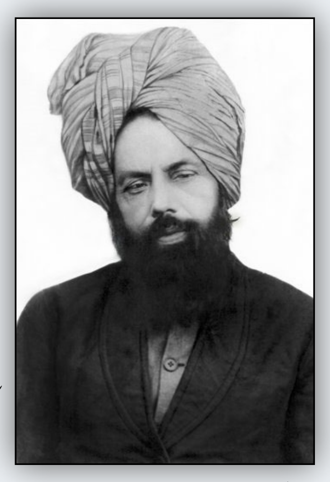

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں۔

’’ہر ایک امیر خدا کے حقوق اور انسانوں کے حقوق سے ایسا ہی پوچھا جائے گا جیسا کہ ایک فقیر بلکہ اس سے زیادہ۔ پس کیا بدقسمت وہ شخص ہے جو اس مختصر زندگی پر بھروسہ کر کے بکلّی خدا سے منہ پھیر لیتا ہے اور خدا کے حرام کو ایسی بیباکی سے استعمال کرتا ہے کہ گویا وہ حرام اس کے لئے حلال ہے غصہ کی حالت میں دیوانوں کی طرح کسی کو گالی کسی کو زخمی اور کسی کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور شُہوات کے جوش میں بے حیائی کے طریقوں کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے سو وہ سچی خوشحالی کو نہیں پائے گا یہاں تک کہ مرے گا۔ اے عزیزو تم تھوڑے دنوں کے لئے دنیا میں آئے ہو اور وہ بھی بہت کچھ گزر چکی سو اپنے مولیٰ کو ناراض مت کرو ایک انسانی گورنمنٹ جو تم سے زبردست ہو اگر تم سے ناراض ہو تو وہ تمہیں تباہ کر سکتی ہے پس تم سوچ لو کہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی سے کیونکر تم بچ سکتے ہو اگر تم خدا کی آنکھوں کے آگے متقی ٹھہر جاؤ تو تمہیں کوئی بھی تباہ نہیں کر سکتا۔ اور وہ خود تمہاری حفاظت کرے گا اور دشمن جو تمہاری جان کے درپے ہے تم پر قابو نہیں پائے گا ورنہ تمہاری جان کا کوئی حافظ نہیں اور تم دشمنوں سے ڈر کر یا اَور آفات میں مبتلا ہو کر بیقراری سے زندگی بسر کرو گے اور تمہاری عمر کے آخری دن بڑے غم اور غصہ کے ساتھ گزریں گے خدا اُن لوگوں کی پناہ ہو جاتا ہے جو اُس کے ساتھ ہو جاتے ہیں سو خدا کی طرف آجاؤ اور ہر ایک مخالفت اُس کی چھوڑ دو اور اُس کے فرائض میں سستی نہ کرو اور اُس کے بندوں پر زبان سے یا ہاتھ سے ظلم مت کرو اور آسمانی قہر اور غضب سے ڈرتے رہو کہ یہی راہ نجات کی ہے۔

اے علماءاسلام میری تکذیب میں جلدی مت کرو کہ بہت اسرار ایسے ہوتے ہیں کہ انسان جلدی سے سمجھ نہیں سکتا۔ بات کو سن کر اسی وقت رد کرنے کے لئے تیار مت ہو جاؤ کہ یہ تقویٰ کا طریق نہیں ہے اگر تم میں بعض غلطیاں نہ ہوتیں اور اگر تم نے بعض احادیث کے اُلٹے معنی نہ سمجھے ہوتے تو مسیح موعود کا جو حکم ہے آنا ہی لغو تھا تم سے پہلے یہ عبرت کی جگہ موجود ہے کہ جس بات پر تم نے زور مارا ہے اور جس جگہ تم نے قدم رکھا ہے اُسی جگہ یہودیوں نے رکھا تھا یعنی جیسا کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے منتظر ہو وہ بھی الیاس نبی کے دوبارہ آنے کے منتظر تھے اور کہتے تھے کہ مسیح تب آئے گا جب کہ پہلے الیاس نبی جو آسمان پر اُٹھایا گیا دوبارہ دنیا میں آ جائے گا اور جو شخص الیاس کے دوبارہ آنے سے پہلے مسیح ہونے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے اور وہ نہ صرف احادیث کی رو سے ایسا خیال رکھتے تھے بلکہ خدا کی کتاب کو جو صحیفہ ملاکی نبی ہے اس ثبوت میں پیش کرتے تھے لیکن جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نسبت یہودیوں کے موعود مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیااور الیاس آسمان سے نہ اُترا جو اُس دعویٰ کی شرط تھی تو یہ تمام عقیدے یہودیوں کے باطل ثابت ہوگئے۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد19 ص 71،73)

ارشاد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ لَقَدۡ صَرَّفۡنَا فِیۡ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لِلنَّاسِ مِنۡ کُلِّ مَثَلٍ ؕ وَ کَانَ الۡاِنۡسَانُ اَکۡثَرَ شَیۡءٍ جَدَلًا ﴿۵۵﴾

(الکھف:55)

ترجمہ:اور ہم نے خوب پھیر پھیر کر لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں جبکہ انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

اطاعتِ رسولؐ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’انبیاء کا وجود دنیا میں نمونہ ہوتا ہے... اللہ اور رسول کو اکٹھا کر کے اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ جو اللہ کہتا ہے وہی اس کے رسول کہتے اور کرتے ہیں۔ پس اگر روحانی زندگی چاہتے ہو تو آنکھیں بند کر کے رسول کے پیچھے چل پڑو۔ اس کی اتباع کرو۔ اس کے حکموں پر عمل کرو۔ اور آنحضرت ﷺ کے بارے میں تو یہ بھی فرمایا کہ اگر تم خدا تعالیٰ کی محبت چاہتے ہو تو آنحضرت ﷺ کی پیروی ضروری ہے۔ اورخدا کی محبت ہی وہ مقام ہے جس سے روحانی حیات ملتی ہے، روحانی زندگی ملتی ہے۔پس حقیقی روحانی زندگی کے لئے آنحضرت ﷺ کی آواز پر لبیک کہنا ضروری ہے۔ اور جب تک ایک مسلمان کہلانے والا حقیقی رنگ میں اس بات کو نہیں مانتا جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ سے اس الفاظ میں اعلان کروائی کہ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران:32) پس میری اتباع کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اس وقت تک ایک مسلمان کہلانے والا حقیقی مُتَّبِع اورمؤمن نہیں کہلاسکتا۔اور آپ کی اتباع کے لئے آپ کے نمونے کی لکھی ہوئی تفصیل جیسا کہ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنھا)نے فرمایاقرآن کریم کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ مورخہ 15 اگست 2014)

اس شمارہ میں

- اداریہ۔ وَاعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ
- نظم۔ اپنے رب سے گفتگو
- محسن انسانیت غیروں کی نظر میں
- نُصِرۡتَ بِالرُّعۡبِ
- مریضان قلب کو ہدایات
- ویلنٹائن ڈے

اداریہ

وَاعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ

یہ سورۃ الحجر کی آخری آیت کریمہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مخاطب ہو کرفرمایا۔اپنے ربّ کی عبادت کئے جا یہاں تک کہ تجھے موت آجائے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کا مقصدحیات عبادت کو قرار دیا ہے اور اس سلسلہ میں انسان کو زندگی کے ابتدائی بچپن کے دن یا سال چھوڑ کر عبادت کی مسلسل تلقین کی گئی ہے۔آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو اُسے نماز کی طرف متوجہ کرو۔ اور جب 10 سال کا ہو جائےتو نماز ادا نہ کرنے کی صورت میں تادیب بھی کرو۔اور جب نماز کی عادت ہو جائے تو مسجد میں آکر نماز باجماعت ادا کرو۔ جس کااجر27گنا ہے اور نماز نہ پڑھنے کی صورت میں عذاب کی وعید بھی سنائی گئی۔ اور یہ عبادت بلاناغہ، بلا تعطل اس وقت تک ادا کرنی ہے کہ آپ کو موت آ لیوے۔ اسی لئے تو آنحضور ﷺ زندگی کے آخری حصے میں جب بیماری عروج پر تھی دو صحابہ کے کندھوں کے سہارے مسجد میں آئے اور نماز با جماعت ادا کی۔

اور مامور زمانہ سیدنا حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی زندگی کے آخری لمحات کے متعلق بھی یہی آتا ہے۔ ذرا ہوش آتی فوراً نماز کی طرف توجہ کرتے پھر غشی طاری ہو جاتی اور کچھ وقفہ کے بعد ہوش میں پھر نماز کی نیت باندھ لیتے۔

عبادت میں صرف نماز مراد نہیں بلکہ دیگر عبادات روزے، زکوٰۃ، نوافل، حقوق اللہ اور حقوق العباد مراد ہیں جن کا سلسلہ موت تک جاری رہنا چاہیئے۔ یہی مفہوم ہے اس آیت کریمہ میں۔

تو اس آیت کریمہ کے پہلے اور ظاہری معانی یہ ہوئے کہ اپنی عبادات کو بغیر کسی وقفہ سے تسلسل کے ساتھ موت تک جاری و ساری رکھو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کےلطیف معانی یہ بھی لئے ہیں کہ نماز پڑھتے پڑھتے یہ کیفیت بھی انسان پر طاری ہو جائے کہ وہ اس دنیا سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہو کہ اس پر موت طاری ہے۔ جیسا کہ حضرت علیؓ کے متعلق آتا ہے کہ آپ کے پاؤں میں ایک بار کیل نما کانٹا چبھ گیا۔ آپ درد سے نڈھال ہوئے جا رہے تھے۔ کانٹے کو نکالتے وقت آپ کو بہت تکلیف ہوتی تو آپ نے فرمایاکہ ذرا ٹھہرو مجھے نماز پڑھنے دو میں جب نماز کی لذت و سرور میں مگن ہوں گا تو اس وقت کانٹا نکالنا ۔ مجھے تکلیف نہ ہوگی۔ چنانچہ وہ کانٹا نماز کی حالت میں نکالا گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان معنوں میں اس آیت کی تفسیر و تشریح میں فرماتے ہیں۔

’’مومن کو لازم ہے کہ اس وقت تک عبادت سے نہ تھکے اور سُست نہ ہو جب تک یہ جھوٹی زندگی بھَسم نہ ہو جاوے اور اس کی جگہ نئی زندگی جو ابدی اور راحت بخش زندگی ہے اُس کا سلسلہ شروع نہ ہو جاوے اور جب تک اسی عارضی حیات دنیا کی سوزش اور جلن دور ہو کر ایمان میں ایک لذت اور روح میں ایک سکینت اور استراحت پیدا نہ ہو یقیناً سمجھو کہ جب تک انسان اس حالت تک نہ پہنچے ایمان کامل اور ٹھیک نہیں ہوتا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے کہ توعبادت کرتا رہ جب تک کہ تجھے یقین کامل کا مرتبہ حاصل نہ ہو اور تمام حجاب اور ظلماتی پردے دور ہو کر یہ سمجھ میں آجاوے کہ اب میں وہ نہیں ہوں جو پہلے تھا بلکہ اب تو نیا ملک، نئی زمین ، نیا آسمان ہے اور میں بھی کوئی نئی مخلوق ہوں یہ حیات ثانی وہی ہے جس کو صوفی بقا کے نام سے موسوم کرتے ہیں جب انسان اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی روح کا نفخ اس میں ہوتا ہے۔ملائکہ کا اس پر نزول ہوتا ہے ۔ یہی وہ راز تھا جس پر پیغمبر خدا ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا کہ اگر کوئی چاہے کہ مردہ میت کو زمین پر چلتا ہوادیکھے تو وہ ابو بکر کو دیکھے اور ابو بکر کا درجہ اس کے ظاہری اعمال سے ہی نہیں بلکہ اس بات سے ہے جو اس کے دل میں ہے۔‘‘

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد دوم صفحہ 795)

فرمایا:’’صوفیوں نے لکھاہے کہ ہر ایک انسان کے لئے باب الموت کا طے کرنا ضروری ہے اس پر ایک قصّہ بھی ہے کہ ایک شخص کے پاس ایک طوطا تھا جب وہ شخص سفر کو چلا تو اس نے طوطہ سے پوچھا کہ تو بھی کچھ کہہ۔ طوطہ نے کہا کہ اگر تو فلاں مقام پر گذرے تو ایک بڑا درخت ملے گا اس بہت سے طوطے ہوں گے ان لو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ تم بڑے خوش نصیب ہو کہ کھُلی ہوا میں آزادانہ زندگی بسر کرتے ہو اور ایک میں بے نصیب ہوں کہ قید میں ہوں۔ وہ شخص جب اس درخت کے پاس پہنچا تو اس نے طوطوں کو وہ پیغام پہنچایا۔ ان میں سے ایک طوطہ درخت سے گرا اور پھڑک پھڑک کر جان دیدی۔ اس کو یہ واقعہ دیکھ کر کمال افسوس ہوا کہ اس کے ذریعہ سے ایک جان ہلاک ہوئی۔ مگر سوائے صبر کے کیا چارہ تھا۔ جب سفر سے وہ واپس آیا تو اس نے اپنے طوطہ کو ساراواقعہ سُنایا اور اظہار غم کیا۔ یہ سنتے ہی ہوطوطہ جو پنجرہ میں تھا پھڑکا اور پھڑک پھڑک کر جان دیدی۔ یہ واقعہ دیکھ کر اس شخص کو اور بھی افسوس ہوا کہ اس کے ہاتھ سے دوخون ہوئے۔ آخر اس نے طوطہ کو پنجرہ سے نکال کر باہر پھینک دیا تو وہ طوطہ جو پنجرہ سے مرِدہ سمجھ کر پھینک دیا تھا اُڑکر دیوار پر جا بیٹھا اور کہنے لگا کہ دراصل نہ وہ طوطہ مرا تھا اور نہ میں ۔ میں نے تو اس سے راہ پوچھی تھی کہ اس قید سے آزادی کیسے حاصل ہو سو اس نے مجھے بتایا کہ آزادی تو مرکر حاصل ہوتی ہے پس میں نے بھی موت اختیار کی تو آزاد ہو گیا۔‘‘

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ 796-795)

پس ہم میں سے ہر احمدی مرد و عورت کو اپنے اوپر یہ لازم کرلینا چاہئے کہ ہم نے آخری عمر تک خود بھی عبادت بجا لانی ہے اور اپنے ماحول میں بسنے والے ہر احمدی فرد کو نہ صرف نمازی بنانا ہے بلکہ نسل در نسل عبادت گزار پیدا کرتے چلا جانا ہے اور اپنے اوپر اپنی ہی زندگیوں میں وہ موت بھی وارد کرنی ہے کہ ہمیں اپنی زندگیوں میں ہی لقائے باری تعالیٰ حاصل ہوجائے اور ہم اپنے خالق حقیقی کا دیدار کرلیں۔

******

اپنے رب سے گفتگو

اُس کو پانے کی جُستجو کرنی
جس سے چُھپ کر ہے گفتگو کرنی

اور کچھ مانگنا نہیں ربّ سے
بس فقط اُس کی آرزو کرنی

بات جو کچھ بھی میرے دل میں ہے
بات وہ اُس کے رو برو کرنی

سَر کو سجدے میں رکھ کے اب دِل نے
بارِش آنکھوں کی ہے لہو کرنی

یہ جو بنجر زمیں کی تنہائی
گُل کے دامن سے رنگ و بُو کرنی

جب مُلاقات یار سے کرنی
دِل یہ کہتا کہ باوضو کرنی

گلے گُل چیں کے اے صبالگ کر
یہ خزاں دِل کی مُشکبو کرنی

یہ جو اُدھڑی ہوئی ہے کانٹوں سے
یہ بھی پوشاک اب رفو کرنی

جب بھی مشکل ہو باوضو ہو کر
اپنے ربّ سے ہے گفتگو کرنی

اُس کو ہی یار اب بنانا ہے
اپنی ہر سانس اللہ ہُو کرنی

پیڑ اب کاٹ کر اَنا کا یہ
اب کبھی بھی نہ میں نہ تُو کرنی

عشق فرہاد کی طرح میں نے
جاری پتھر سے آبجُو کرنی

اپنے ساقی کے اِس میخانے میں
زیست یہ ساغر و سَبُو کرنی

عبدالجلیل عبادؔ۔ جرمنی

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم غیروں کی نظر میں

درثمین احمد۔ جرمنی

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است
دیدم بعینِ قلب و شنیدم بگوشِ ہوش
در ہر مکان ندائے جلالِ محمدؐ است
(درثمین فارسی صفحہ145)

وہ ذات جس کی حمد کے ترانے ملائکہ گاتے ہیں، جسے خداتعالیٰ نے ''رحمۃ للعالمین''قرار دیا، اس کی ذات بابرکات کو زمانے بھر کے لئے اسوۂ حسنہ ٹھہرایا، جس کی پرواز کی منزل سدرۃالمنتہیٰ ہے۔آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات صفاتِ باری تعالیٰ کا مظہرِ اتم تھی۔جہاں آپ ﷺ نے صفتِ رحمانیت کی ردا اوڑھی اور جلال اور محبوبیّت کے لباس میں جلوہ گر ہوئے وہاں آپ ﷺ نے رحیمیّت اور جمال کے لباس میں بھی تجلّی فرمائی۔آپ ﷺ اخلاقِ فاضلہ کے بحرِ بیکراں تھے۔

آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد مکارم اخلاق کی تکمیل

آپ ﷺ کو قریب سے دیکھنے والی ہستی نے آپ ﷺ کی ذات کی تفسیر وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ یعنی آپؐ عظیم الشان اخلاق پر فائز تھے (قلم: 5) کہہ کر بیان فرمائی ہے۔ جس طرح قرآن پاک کی تفسیر کی تکمیل ممکن نہیں ہو سکتی اِسی طرح آقائے نامدار حضرت محمد مصطفی ﷺ احمد مجتبیٰ ﷺ کی ذات کے فضائل اور شمائل کا بیان کبھی ممکن نہیں ہو سکتا۔مشہور ہندو شاعر جگن ناتھ نے بہت خوب کہا ہے۔

مجھے اک محسن انسانیت کا ذکر کرنا ہے
مجھے رنگ عقیدت فکر کے سانچے میں بھرنا ہے
بیاں کرنا ہے اوجِ ابنِ آدم بن کے کون آیا
بیاں کرنا ہے فخر ہر دو عالم بن کے کون آیا
جسے حق نے کیا تسلیم ختم المرسلیں آیا
جسے دنیا نے مانا رحمت للعالمین آیا
خلیق آیا کریم آیا رؤف یا رحیم آیا
کہا قرآن نے جس کو صاحب خلقِ عظیم آیا
(نعت مبارکہ، جگن ناتھ آزاد)

آپ ﷺ وہ انسانِ کامل ہیں جن کی صداقت، امانت اور وفا شعاری، فراست اور دائمی تعلیمات، حسنِ اخلاق اور اخوت جیسی ابدی صفات کا دشمن بھی بانگِ دہل اقرار کرتے ہیں۔ یہ اعلیٰ اخلاق اور شمائل ہی تو تھے جن کی بنا پر آپ ﷺ کے سخت سے سخت دشمن بھی آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کے حضور کوئی گستاخانہ بات کہنے کی جرأت نہیں کر سکتے بلکہ ہمہ وقت آپ ﷺ کی صفاتِ اکمل کا اقرار کرتے ہیں۔آپ ﷺ کی سیرت کا یہ کمال ہے کہ آپ ﷺ کے بد ترین دشمنوں نے بھی ان کے صادق اور امین ہونے کی گواہی دی۔ انہیں اعلیٰ ترین اخلاق وکردار کا حامل انسان قرار دیا۔آنحضرت ﷺ کا ابو جہل سے بڑھ کر دشمن کون تھا؟ مگر وہ آنحضرت ﷺ کو برملا کہا کرتا تھا کہ ''ہم تجھے جھوٹا نہیں کہتے بلکہ اس تعلیم کی تکذیب کرتے ہیں جو تو لیکر آیا ہے''
(بحوالہ نبیوں کا سردار صفحہ 195 مطبوعہ پرنٹ ویل امرتسر، سن اشاعت فروری2004ء)

ایسی شہادتیں اغیار آپ ﷺ کی حیات میں بھی دیتے رہے اور ان کے وصال کے بعد آج تک دیتے چلے آرہے ہیں۔بحیثیت مسلمان قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کی موجودگی میں اغیار کی ان آراء کی کوئی وقعت نہیں اور نہ ہی آپ ﷺ کی سیرت اس کی محتاج ہے مگر تبلیغی نکتۂ نگاہ سے ان کی افادیت مسلّمہ ہے وہ لوگ جو مذہب پر ایمان نہیں رکھتے، قرآن کریم جیسی جامع اور اکمل کتاب پر جن کا یقین نہیں، احادیث کو وقعت نہیں دیتے۔ان لوگوں کو ان ہی کے ہم مذہب، ہم قوم دانشوروں اور اکابرین کے اقوال اور تحریرات سے قائل کیا جاسکتا ہے کہ دیکھو ہم تمہیں اس ہستی پر ایمان لانے کے لئے کہہ رہے ہیں جن کے متعلق تمہارے بڑوں نے خود اعتراف کیا ہے کہ وہ کامل ہستی اخلاق فاضلہ کے بلند مینار پر ایستادہ ہے۔اشاعت اسلام کے لئے (خود کو اسلامی تعلیمات کا عملی نمونہ بنا کر پیش کرنے کے بعد)یہ بہترین ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے۔

چنانچہ مشہور مصنّف مائیکل ایچ ہارٹ اپنی تصنیف 100عظیم آدمی ''A Ranking of the most Influential Persons in History'' میں رقمطراز ہے: ''ممکن ہے کہ انتہائی متاثر کن شخصیات میں محمد ﷺ کا شمار سب سے پہلے کرنے پر کچھ لوگ حیران ہوں۔کچھ اعتراض کریں لیکن یہ وہ واحد تاریخی ہستی ہیں جو کہ مذہبی اور دنیاوی دونوں محاذوں پر یکساں طور پر کامیاب رہے۔''

مشہور جرمن شاعر گوئٹے (Johann Wolfgang von Goethe)آپ ﷺ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہتا ہے۔''اگر اسلام یہی ہے تو ہم سب مسلمان ہیں۔بے شک محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) کا لایا ہوا دین اخلاص انسانیت کے ساتھ ہمدردی اورمعاشرے کے لئے اعلیٰ ترین اخلاقی ہدایت ہے۔اسلام کبھی ناکام نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی تعلیم انسان کو ان بلندیوں تک پہنچاسکتی ہے جو انسانی تصور سے بالاترہے۔''

مشہور برطانوی ڈرامہ نگار اور فلسفی جارج برنارڈشا(Sir George Bernard Shaw) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے بارے میں یوں رطب اللسان ہے:''اور میرا یقین ہے کہ اگر محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) جیسے شخص کو جدید دنیا کی مطلق العنان حکومت سونپ دی جائے تو وہ اس دنیا کے مسائل اس طرح سے حل کرے گا کہ دنیا حقیقی مسرّتوں اور راحتوں سے بھرجائے گی۔میں نے انہیں پڑھا ہے۔ وہ کسی بھی طرح کے مکرو فریب سے کوسوں دُور ہیں انہیں بجاطور پرانسانیت کا نجات دہندہ کہا جاسکتا ہے۔میں نے پیشگوئی کی تھی کہ محمد(صلی اللہ علیہ وسلم)کا عقیدہ یورپ کے لئے آنے والے کل میں اتنا ہی قابلِ قبول ہوگا کہ جتنا آج قابلِ قبول بننے لگا ہے۔''
(از''حقیقی اسلام'' 1936جارج برنارڈشاہ جلد1نمبر8The Genuine Islam
Der wahre Islam) Vol. 1, No. 8, 1936)

مشہور زمانہ مفکر ٹالسٹائی(Leo Tolstoi)آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یوں بیان کرتاہے:'' حضرت محمد(صلی اللہ علیہ وسلم)کا طرزِ عمل اخلاق انسانیت کا حیرت انگیز کارنامہ ہے،ہم یقین کرنے پر مجبور ہیں کہ محمد(صلی اللہ علیہ وسلم)کی تبلیغ و ہدایت سچائی پر مبنی تھی۔''

پھر وہ مزید لکھتاہے''حضرت محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) متواضع،خلیق اور روشن فکر اور صاحبِ بصیرت تھے۔ لوگوں سے عمدہ معاملہ رکھتے تھے۔آپ محمد(صلی اللہ علیہ وسلم)مدت العمر پاکیزہ الخصائل رہے''

صرف یہ ہی نہیں بلکہ وہ آپ کو عظیم مصلح بھی قرار دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے''محمد(صلی اللہ علیہ وسلم)دنیا میں عظیم مصلح بن کر آئے تھے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)میں ایسی برگزیدہ قوت پائی جاتی تھی جو کہ قوت بشر سے زیادہ ارفع و اعلیٰ تھی۔''

مشہور یورپی مصنّفہ اینی بیسنٹ (Annie Besant) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار یوں کرتی ہیں۔''یہ ناممکن ہے کسی بھی ایسے شخص کے لئے جس نے عرب کے عظیم پیغمبر(صلی اللہ علیہ وسلم)کی زندگی اور اس کے کردارکے بارے میں پڑھا ہوجو یہ جانتا ہوکہ اس پیغمبر(صلی اللہ علیہ وسلم)نے کیا تعلیم دی اور کیسے زندگی گزاری اور وہ اپنے دل میں اس عظیم پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم)کے لئے انتہائی احترام کے علاوہ کچھ اور محسوس کرے۔... خود میں جب بھی اس عظیم پیغمبر(صلی اللہ علیہ وسلم)کے بارے میں پڑھتی ہوں تو اس عظیم استاد کے لئے تعریف و توصیف کی ایک نئی لہر میرے اندر اُٹھتی ہے۔ اور احترام کا ایک نیا جذبہ میرے اندر کروٹ لیتا ہے۔''
(محمد(صلی اللہ علیہ وسلم)زندگی اور ان کی تعلیمات'' مدارس 1932 صفحہ4The Life and Teachings of Muhammad 1932 Page 4

نپولین بوناپارٹ(Napoleon Bonaparte) اس طرح سے اظہار خیال کرتا ہے:''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)نے اہلِ عرب کو اتحاد کا درس دیا۔ان کے باہمی جھگڑے ختم کئے۔تھوڑی سی مدت میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)کی اُمت نے نصف صدی سے زیادہ دُنیا فتح کرلی۔پندرہ برس کے مختصر عرصے میں عرب کے لوگوں نے بتوں اور جھوٹے خداؤں کی پرستش سے توبہ کر لی۔مٹی کے بت مٹی میں ملا دیئے گئے۔یہ حیرت انگیز کارنامہ محمد(صلی اللہ علیہ وسلم)کی تعلیمات اور ان پر عمل کرنے کے سبب انجام پایا۔''
(Christian Cherfils: 'Bonaparte and Islam,' Pedone Ed., Paris, France, 1914, S. 105, 125)

دُنیا کے تمام مذاہب کے علمی، سیاسی، مذہبی، سماجی، دانشور،مؤرخین، مفکرین اور سکالرز اس بات پر متفق ہیں۔آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)جامع اخلاق تھے اور کمال اخلاق یہ کہ ان میں کوئی تکلّف یا تصنّع کا شائبہ تک نہیں بلکہ فی ذاتہٖ مستقل اور قائم دائم ہیں۔آپ(صلی اللہ علیہ وسلم)کی ذات برکات میں جہاں خدائے دو جہاں نے اخلاق فاضلہ کو جمع کیا اسی طرح آپ(صلی اللہ علیہ وسلم) کو وہ ذہانت، فراست وعقل اور حسن انتظام بھی عطا کیا جس کی مدد سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیوں کی گمراہ اور بے راہ رو قوم کو خیر الامم میں تبدیل کرنے کا معجزہ دُنیا کے سامنے پیش کیا۔

گاندھی جی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ ''میرا اس پر یقین پہلے سے بڑھ چکا ہے کہ یہ تلوار نہیں تھی جس کے ذریعے اسلام نے اپنا مقام حاصل کیا بلکہ ایک غیرلچک دار سادگی پیغمبر اسلام کی نفس کشی، اپنے وعدوں کا احترام،اپنے دوستوں اور ماننے والوں کے لئے انتہائی درجہ کی وابستگی، ان کی بہادری اور بے خوفی اور اپنے خدا اور اپنے مشن پر غیر متزلزل اور مطلق ایمان نے انہیں کامیابیاں دلائیں اور اسی سے انہوں نے ہر مشکل پر قابو پایا۔''
(مہاتماگاندھی'' ینگ انڈیا 1924Mahatama Gandhi's Statement Published in Young India 1924)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسنِ اخلاق میں شہرہ آفاق تھے۔پروفیسر تھامس کارلائل (Thomas Carlyle) ایک

معروف برطا نو ی ادیب ہے۔جو کسی تعارف کامحتاج نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی ذاتِ گرامی کے بارے میں اُس کی رائے کچھ اس طر ح ہے:'' آ پ صلی اللہ علیہ و سلم کی عظمت میں قنا عت کی شان نظر آ تی ہے اور آ پ صلی اللہ علیہ و سلم کا شمار ان لو گو ں میں تھا جن کا شعار سچا ئی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا ۔وہ فطرتاً بے لوث اور سچے تھے ۔ آپ صلی اللہ علیہ و سلم کے پیغا م پر عمل کر نے وا لے دُ نیا کے بہتر ین انسان بن گئے ۔میں آپ(صلی اللہ علیہ و سلم)کو بطور ہیرو اس لئے تسلیم کرتا ہوں۔آپ(صلی اللہ علیہ و سلم)نے کبھی وہ بننے اور دکھا نے کی کو شش نہ کی جو وہ نہیں تھے ۔آ پ (صلی اللہ علیہ و سلم)میں خود نمائی سرے سے موجود نہیں تھی ۔آ پ(صلی اللہ علیہ و سلم) عظیم انسا ن اور عظیم تر ین پیغمبر تھے۔ ''

(On Heroes, Hero-Worship, and The Heroic in History by Thomas Carlyle)

پھر وہ مز ید لکھتا ہے ''ہم لو گو ں یعنی عیسا ئیوں میں یہ بات مشہور ہے کہ (محمد صلی اللہ علیہ و سلم)ایک پُر فَن اور فطرتی شخص اور جھو ٹے دعو یدار نبو ت تھے اور ان کا مذ ہب دیوا نگی ، خا م خیا لی کا ایک تو دہ ہے۔ اب یہ سب با تیں لو گو ں کے نز دیک غلط ٹھہرتی چلی جا تی ہیں ۔'' وہ کہتا ہے'' اس وقت جتنے آدمی(محمد صلی اللہ علیہ و سلم)پر اعتقا د رکھتے ہیں اس سے بڑھ کرکسی اور کلام پر اس زمانے کے لوگ یقین نہیں رکھتے۔ میرے نزدیک اس خیال سے بد تر اور ناخدا پر ستی کا دوسراکو ئی خیا ل نہیں کہ ایک جھو ٹے آدمی نے یہ مذہب پھیلایا ۔''(یعنی یہ با لکل غلط چیز ہے)۔

On Heroes, Hero-Worship, and The)

(Heroic in History by Thomas Carlyl

سر ولیم میو ر (Sir Willam Muir) ایک مستشر ق ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی ذات با بر کات کے حوا لے سے کافی مخا لف با تیں بھی کہی ہیں۔ وہ آ پ صلی اللہ علیہ و سلم کے بارے میں اپنی را ئے کا اظہا رکچھ ایسے الفا ظ میں کر تا ہے : ''تا ر یخ سے ثا بت ہو تا ہے کہ (محمد صلی اللہ علیہ و سلم)کے اندر ایک قابل حکمران کی تمام صلا حتیں مو جو د تھیں۔''

(The Life of Mahomed by William Muir, Vol. IV, London: Smith, Elder and Co., 65 Cornhill, 1861, page 513.)

پھریہی ولیم میور مز ید لکھتا ہے '' حیا،شفقت،صبر،سخاوت،عاجزی آپ صلی اللہ علیہ و سلم کے اخلاق کے نمایا ں پہلو تھےاور ان کے با عث آ پ (صلی اللہ علیہ و سلم) اپنے ماحول میں ہر شخص کو اپنا گرویدہ کر لیتے...آ پ(صلی اللہ علیہ و سلم) کی ایک نرالی خو بی یہ تھی کہ آپ(صلی اللہ علیہ وسلم)کی محفل میں مو جود ہر شخص کو یہ خیال ہوتا کہ وہی اہم تر ین مہما ن ہے ... ایک نرم اور مہربان طبیعت آپ(صلی اللہ علیہ و سلم)کے تمام خوا ص میں نما یا ں نظر آ تی ہے ... اپنی طا قت کے عروج پر بھی آپ(صلی اللہ علیہ و سلم) منصف اور معتدل رہے ۔ آپ (صلی اللہ علیہ و سلم) اپنے ان دشمنو ں سے نر می میں ذرہ بھی کمی نہ کر تے جو آپ(صلی اللہ علیہ و سلم)کے دُعا وی کو بخو شی قبو ل نہیں کر تے تھے۔محمد(صلی اللہ علیہ و سلم)نے چند مجر موں کے علا وہ عا م معا فی کا اعلا ن کر دیا اور ماضی کی تمام یا دوں کو یکسر بُھلا دیا۔...ان سے در گزر کر نا بھی ایک رو شن مثا ل ہے۔''

(ایضاً۔صفحہ 305-307)

پھر ایک فر نچ فلا سفر لا مارٹین (Lamartine) ہسٹری آف ٹرکی (History of Turkey میں لکھتا ہے ''اگر کسی شخص کی قابلیت کو پر کھنے کے لئے تین معیار مقرر کئے جا ئیں کہ اس شخص کا مقصد کتنا عظیم ہے ،اس کے پاس ذرا ئع کتنے محدود ہیں اور اس کے نتا ئج کتنے عظیم الشا ن ہیں تو آ ج کو ن ایسا شخص ملے گا جومحمد(صلی اللہ علیہ و سلم)سے مقا بلہ کر نے کی جسارت کرے۔... محمد(صلی اللہ علیہ و سلم)نے نہ صرف دنیا کی فوجوں،قوانین ،حکو متو ں ،مختلف اقوام اور نسلو ں بلکہ د نیا کی کل آبادی کے ایک تہا ئی کو یکجا کر دیا ۔... انسا نی عظمت کو پر کھنے کا کو ئی بھی معیا ر مقرر کر لیں ،کیا محمد(صلی اللہ علیہ و سلم)سے بڑھ کر کبھی کوئی شخص پیدا ہوا؟''

History of Turkey by A. De Lamartine, New York: D. Appleton and Company, 346-348 Broadway, 1855. Vol. 1 page154

پروفیسر رام کر شنا راؤمیسور یونیورسٹی میں پروفیسر تھے۔ لکھتے ہیں: ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)کا قلب مبا رک محبت اور اخوت سے لبریز تھا۔ آپ (ﷺ)اللہ کے بندے اور پھر اس کے رسول تھے ۔''

پنڈت ہری چند اخترجو ایک مشہو ر شا عر کی حیثیت سے دُنیا میں اپنا نام منوا چکا ہے وہ آ پ صلی اللہ علیہ و سلم کی مدح میں یوں نظم بند ہے۔

کس نے ذروں کو اُٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
کس کی حکمت نے کیا یتیموں کو درِیتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولیٰ کر دیا
زندہ ہو جاتے ہیں جو مر جاتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا
شو کتِ مغرور کا کس شخص نے توڑا طلسم
منہدم کس نے الٰہی قیصر و کسریٰ کر دیا
سات پردوں میں چھپا بیٹھا تھا حسنِ کا ئنا ت
اب کسی نے اس کو عالم میں آ شکا را کر دیا
آدمیت کا غرض سامان مہیا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول با لا کر دیا

آ پ صلی اللہ علیہ و سلم وہ ہستی ہیں جن کو خدا تعا لیٰ نے اپنی صفات سے متصف فرما یاتا کہ وہ اس کا ئنا ت میں پائی جا نے والی ہر ذرّے اور ذی رو ح کو اپنے سایۂ ر حمت و شفقت میں لے کر آ فتا ب بنائے۔ یہ سب صرف اور صرف اس تصورِ تو حید اور کلمہ طیب کی بدولت ہے جو آ پ صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنے درسِ اول کی صورت میں مسلما نوں کو دیا۔

سکھ مذ ہب کے بانی بابا گرو نا نک صا حب آ پ صلی اللہ علیہ و سلم کی ذاتِ گرا می کی تعر یف اس طر ح سے کر تے ہیں ۔

محمدﷺ من تو من کتاباں چار
من خدا دی بندگی سچا اے دربار
الف اک ہے دوجا پاک رسول ﷺ
کلمہ پڑھ نانکا جو درگاہ پویں قبول

اور اس با ت کی تصد یق ایک اور یو رپی ادیبJohn William Draper نے اپنی کتابHistory of the intellectual Development of Europeمیں یوں کی ۔لکھتے ہیں کہTustiniah'' کی وفات کے چار سال بعد596ء میں مکہ میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا جس نے تمام شخصیا ت میں سب سے زیا دہ بنی نوع انسان پر اپنا اثر چھوڑا اور وہ شخص (محمد صلی اللہ علیہ و سلم)ہے۔... ان کا مذ ہب صرف یہی تھا کہ خدا ایک ہے ...اس سچائی کو بیان کر نے کے لئے اُ نہو ں نے نظریاتی بحثوں کو اختیار نہیں کیا بلکہ اپنے پیروکاروں کو صفائی ،نماز اورروزہ جیسے امور کی تعلیم دیتے ہوئے ان کی معا شرتی حا لتوں کو عملی رنگوں میں بہتر بنایا ۔اس شخص نے صدقہ و خیرات کو با قی تمام کاموں پر فوقیت دی ۔''

History of the intellectual Development of Europe by John william Draper M.D .L.L.D; Newyork:

Harper and Brothers Publishers, Franklin Square .1863.page 244 .

پھر کیرن آرم سٹرانگ (Karen Armstrong) ''Mu-hammad- A Biography of the Prophet میں تحریر کر تی ہیں۔

کہ ''محمد(صلی اللہ علیہ و سلم)کو بنیا دی تو حید پر مبنی روحانیت کے قیام کے لئے عملاً صفر سے کام کا آ غاز کرنا پڑا ۔جب آپ(صلی اللہ علیہ و سلم)نے اپنے مشن کا آ غا ز کیا تو نا ممکن تھا کہ کوئی آپ(صلی اللہ علیہ و سلم) کو اپنے مشن پر کام کر نے کا موقع فراہم کرتا ۔عرب قوم تو حید کے لئے با لکل تیار نہ تھی ... در حقیقت اس تشدد اور خو ف نا ک معاشرہ میں اس نظر یہ کو متعا رف کروانا انتہا ئی خطر نا ک ہو سکتا تھا ...درحقیقت محمد(صلی اللہ علیہ و سلم)کی جان اکثر خطرہ میں گھری رہتی اور ان کا بچ جانا قریب قریب ایک معجزہ تھا ۔

(صفحہ 53-54)

پھر وہ اس کتا ب میں اسلا م کی پا کیزہ تعلیمات کا اعتراف کر تے ہو ئے لکھتی ہیں :'' اسلام میں کثیر الازدواجی کی اجازت کو تنقید کا نشانہ بنایا جا تا ہے اور اسے عورت کے مصا ئب اور تکلیف کا بڑا سبب بتا یا جا تا ہے ۔لیکن جب یہ اجاز ت دی گئی اس وقت یہ ایک نہا یت عمدہ معا شر تی قدم تھا ۔اسلام سے پہلے مردوں اور عور تو ں کو ایک سے زیادہ بیو یا ں اور شو ہر رکھنے کی اجازت تھی۔شا دی کے بعد عورتیں اپنے میکے میں ہی رہتی تھیں جہاں ان کے شو ہر ان سے ملنے آ تے ۔یہ معا شر تی سیٹ اپ ایک قا نونی قحبہ گری سے زیا دہ کچھ نہ تھا ۔

شوہروں کی زیادہ تعداد ہو نے کی وجہ سے بچو ں کی ولدیت کا تعین مشکل تھا اور بچے اپنی ما ں سے پہچا نے جا تے تھے اسی وجہ سے مرد نان و نفقہ اور اولا دو ں کی پرورش سے آزاد رہے۔عورت کو کو ئی انفرادی حقو ق حاصل نہ رہے ....اس کی حیثیت مرد کی ملکیت سے زیا دہ نہیں تھی۔اسلامی کثیر الازدواجی درحقیقت ایک سماجی قانون سازی ہے جس میں عورت کو مرد کی خواہش پورا کرنے کا آ لہ نہیں بنایا بلکہ کمزور اور بے سہارا خوا تین کے لئے گھرو ں اور نگہبانوں کا انتظا م کیا ،تمام تر حقو ق عزت اور احترام کے ساتھ اور سب سے بڑھ کر ورا ثت میں وہ حقو ق د ئیے جو مغر بی خوا تین کو 19 ویں صدی عیسو ی تک میسر ہی نہیں تھے۔

(کیرن آرمسٹر ونگ۔Muhammad A Biography of the Prophet)

آ خر میں میں اپنے مضمون کا اختتام ایک ایسے بڑے مخالف کی گواہی کے بیا ن سے کر نا چا ہو ں گی جس نے آ پ صلی اللہ علیہ و سلم کی مخالفت میں ہر طرح سے حصّہ لیااور یہ شہادت بعد میں آ پ صلی اللہ علیہ و سلم کی زندگی کا مطالعہ کر نے وا لو ں کی آ پ صلی اللہ علیہ و سلم کے با رے میں رائے نہیں بلکہ آ پ صلی اللہ علیہ و سلم کے زمانۂ نبو ت میں ایک ایسے شخص کی گوا ہی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے منصوبہ میں بھی شامل تھا ۔اس کا نا م نضر بن الحا رث تھا۔ یہ ان 19 اشخاص میں سے تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ سلم کے قتل کے منصو بہ میں شا مل تھے ۔جب دعویٰ کے بعد لو گ مکہ میں آنے

لگے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے دعویٰ کا چرچا پھیلا تو ان کے لوگوں کو فکر پیدا ہوئی کہ حج کا موقع آرہا ہے ۔بہت سے لوگ یہاں آئیں گے اور ان کے متعلق پوچھیں گے تو ان کو کیا جواب دیں گے ۔اس کے لئے انہوں نے مجلس کی جس میں قریش کے بڑے بڑے سردار اکٹھے ہوئے تاکہ سب مل کر ایک جواب سوچ لیں ایسا نہ ہو کہ کوئی کچھ کہے اور کوئی کچھ،اور سب لوگ ہمیں جھوٹا سمجھیں۔اس مجلس میں مختلف جواب پیش کئے گئے ۔ایک شخص نے کہا کہ یہ کہہ دیں کہ یہ جھوٹا ہے۔ اس وقت نضر بن الحارث کھڑا ہوا اور بڑے جوش سے کہنے لگا جواب وہ سوچو جو معقول ہو ۔ محمد(صلی اللہ علیہ و سلم)تمہارے اندر پیدا ہوا،تمہارے اندر جوان ہوا،تم سب اسے پسند کرتے تھے اور اس کے اخلاق کی تعریف کرتے تھے ،اسے سب سے سچا سمجھتے تھے۔یہاں تک کہ وہ بوڑھا ہوگیا اور اس کے سر میں سفید بال آگئے اور اس نے وہ دعویٰ کیا جو وہ کرتا ہے اب اگر تم کہو گے کہ وہ جھوٹا ہے تو اسے کون جھوٹا مانے گا۔ لوگ تمہیں جھوٹا کہیں گے۔اس جواب کو چھوڑ کر کوئی اور جواب گھڑو۔یہ دشمن کی گواہی ہے اور بہت بڑے دشمن کی گواہی ہے اور پھر تائید کے لئے گواہی نہیں بلکہ ایسی مجلس میں پیش کی گئی جو آپؐ کی مخالفت میں منعقد کی گئی اور اس لئے پیش کی گئی کہ کس طرح لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی طرف سے پھیرایاجائے ۔

(بحوالہ دنیا کا محسن، انوار العلوم جلد 10صفحہ 259 فضل عمر فاؤنڈیشن)

حضرت خلیفۃالمسیح الخامس اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 5۔اکتوبر2012ء میں بیان فرماتے ہیں ’’اللہ کرے کہ دُنیا اس عظیم ترین انسان کے مقام کو سمجھتے ہوئے بجائے لا تعلق رہنے یا مخالفت استہزاء کرنے کے آپ صلی اللہ علیہ و سلم کے دامن میں پناہ لینے کی کوشش کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکے۔دُنیا کا نجات دہندہ صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ و سلم ہیں اور ہر حقیقت پسند مصنف اور سچے غیرمسلم کا بھی یہی بیان ہوگا ۔ پہلے انبیاء کی سچائی بھی آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی پیروی سے ثابت ہوتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ و سلم کے ذریعہ سے ہی ثابت ہوتی ہے۔ یہ ہے مقامِ ختم نبوت جس کا احمدی نے دُنیا میں پرچار کرناہے اور اس کے لئے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ و سلم کے اسوہ عظیم پر چلنے کی توفیق دے جس کے دوست ہی نہیں دشمن بھی گواہ ہیں جو اپنوں کے لئے ہی نہیں غیروں کے لئے بھی مشعل راہ ہیں جن کی تعلیمات دنیا ہی نہیں آخرت بھی سنوار دیتی ہے ۔ آمین ثم آمین

وہ پاک محمدؐ ہے ہم سب کا حبیب آقا
انوارِ رِسالت ہیں جس کی چمن آرائی
محبوبی و رعنائی کرتی ہیں طواف اس کا
قدموں پہ نثار اُس کے جمشیدی و دارائی
نبیوں نے سجائی تھی جو بزمِ مہ و انجم
وَاللہ اُسی کی تھی سب انجمن آرائی
دن رات درود اُس پر ہر ادنیٰ غلام اُس کا
پڑھتا ہے بَصد منّت جپتے ہوئے نام اُس کا

(کلامِ طاہر صفحہ 2 ،ایڈیشن2001UK)

اس مضمون کی تیاری میں انٹرنیٹ سے مدد لی گئی ہے۔

****

بقیہ از ص 8۔ویلنٹائن ڈے

کرنا مقصود ہوتا تو صرف ایک ہی دن کو کیوں اتنا اہم بنایا گیا ہے جبکہ خدا کے پیار کے لئے تو ہر دن،ہرلحہ اور ہر سانس اور ہر دل دھڑک دھڑک کر یاد اور فریاد کیا کرے جو کہ قدرت نے ہمیں خودسکھائی ہے۔ الحمدعلی ذالک۔

اب رہے ان لوگوں کے اس دن ،یا تہوار کہہ لیجئے اس کو منانے کے دلچسپ اور عجیب و غریب طریقے ۔ چونکہ وہ محبت کا خیر خواہ، پیار کا پیکر اور قدر دان جس دن پھانسی پر لٹکایا گیا وہی وسط فروری کا دن تھا،14 تاریخ تھی اور انسان ہونے کے ناطے جیل میں قید کا عرصہ کاٹنا مشکل بلکہ ناممکن تھا۔ایک اچھے انسان، با اخلاق اور ہمدرد ہونے کی وجہ سے اس کو ملنے جیل آتے تھے اور یہ روزانہ کا معمول بن گیا تھا کہ ویلنٹائن پھولوں کے ڈھیر کے پیچھے سے، جب اٹھ کر پیار کے پروانے جو اس سے پیار کرنے والوں نے اس کی محبت میں لکھے تھے گرا گئے تھے ، پڑھتا تو اس کا بھی دل بھر آتا مگر کیا کرتا اسے ایک دن اپنی موت کی خبر سننا ہی تھی۔انہی لوگوں میں سے یا نوجوانوں میں سے جن کے ملاپ اس عظیم محبت کے قدردان انسان پادری نے کرائے تھے ان میں سے ایک جیل کے یعنی قید خانے کے افسر کی بیٹی بھی تھی جو نوجوان بھی تھی اور خوبصورت بھی تھی۔جب ویلنٹائن کو اپنی زندگی کا آخری پیغام ملا کہ کل تمہیں پھانسی کے پھندے پر لٹکایا جائے گا اور تمہارا جرم محبت ہی ہے جس کی سزاتم پارہے ہو تو یہ بہت اداس اور رنجیدہ ہوا اور اپنی کال کوٹھڑی میں ایک محبت بھرا آخری خط اس لڑکی کے نام لکھ کر چھوڑ آیا جو قید خانے کے افسر کی بیٹی تھی اور لکھا تھا کہ’’مجھے تم سے محبت ہے اور میں اب دنیا سے جارہا ہوں خدا حافظ‘‘اور اسی یاد میں یہ دن منایا جاتا ہے کہ محبت کی قدر کرنی چاہئے اور جس سے محبت و پیار ہواس شخص کو بتا بھی دینا چاہے لہذا میں تمہیں یہ بتا کر اپنی سزاپانے جارہاہوں۔

لوگ اسی وجہ سے اپنے پیاروں کو یاد کرتے اور کہتے ہیں I Love You۔نوجوان لڑکی اپنے نام ایک کاغذ کے پرزے پرلکھ کر ایک بڑےمنہ کی بوتل یعنی جار میں ڈال دے گی اورایک نوجوان لڑکا بھی ایسے ہی کرے گا اور دونوں ایک ایک نام کی چٹ نکال کر ملیں گے باتیں کریں گے اور کبھی اس دن کی ملاقات دائمی خوشی اور زندگی کے ساتھی بننے میں بھی مد ہو جاتی ہے۔توہمات کے پجاری بھی کچھ ایسی ہی باتیں کرتے ہیں جن سے پیار کی لڑی بنا کر اپنی محبت کو خیالات سے ہٹا کر زندگی کے لئے ساتھی چننے میں آزماتے ہیں۔مثلاً اگر ویلنٹائن کے دن یعنی 14 فروری کوکسی نوجوان لڑکی نے کسی Robin Blue bird چڑیا کو سر پر سے اڑ کر گزرتے ہوئے دیکھ لیا تویقین کرنے لگے گی کہ اس کی شادی کسی ملاح سے ہوگی۔

اگر کسی لڑکی نے چڑیا براؤن رنگ میں گزرتے ہوئے دیکھ لی تو یہ سمجھے گی کہ اس کی شادی کسی غریب آدی سے ہوگی کیونکہ چڑیا کو غریب مزاج پرندہ خیال کیا جاتا ہے اور خوش رکھنے والالڑکا بیاہ کر لے جائے گا۔

اسی طرح اگر گولڈفش سنہری مچھلی کو دیکھ پائے تو یہ اس کے نزدیک بڑی ہی خوش قسمتی ہوگی کہ وہ عنقریب کی لکھ پتی سے شادی کر پائے گی۔

پھراسی طرح دن جوکہ چھٹی کا دن ہے پیار کو بڑھانے جتلانے اور کرنے میں ہی گزارنا چاہتے ہیں۔کوئی نہ کوئی خوش گپیاں بھی کرتے ہیں۔

مثلاً اگر اس روز کسی نے سیب کاٹا اور آدھا کاٹ کر دوسرے سے کہا کہ بھلا جلدی سے بتاؤ کہ اس میں کتنے بیج ہیں۔اگر گن کر بتا دو تو گویا تمہارے اتنے ہی بچے ہوں گے۔کچھ اپنی دلچسپی اور یقین کومحکم کرنے کےلئے Dandelion ایک پھول ہوتا ہے اگر اس کو آپ ایک لمبا سانس روک کر پھونک اس قدر زور سے ماریں اور جب اکثر پنکھڑیاں اڑ کر گر جائیں گی جو باقی رہ جائیں گی اور صرف چند گنتی کی ہوتی ہیں تو کہنے لگ جاتے ہیں کہ اسی تعداد میں تمہارے بچے ہوں گے۔

اس طرح کی اور بات بنا کر خوش طبعی کا کھیل رچالیتے ہیں کہ تم سیب کو ہاتھ میں لواور اس کی ڈنڈی جو ساتھ لگی ہے گھما کر اتارنے کی کوشش کرو اور اس دوران اپنی پسند کے لڑکوں کے نام یالڑکیوں کے نام لو اور جب ڈنڈی سے سیب الگ ہو جائے اور تم جس نام پر اس کو الگ کر لوتوسمجھو کہ جو نام تمہارے منہ پر تھا اس سے شادی ہوگی ۔المختصر کہ ایک نیک دل محبت کے فرستادہ پادری ویلنٹائن نے رشتوں کو جوڑنے پیار کرنے والوں کو ملانے اور نبھانے کی اچھی

بات بتائی جوان ملکوں میں رہنے والوں کو اپنانے میں یہ دن زیادہ ہی شور وغل مچا کر اور کچھ مختلف طریقوں سے اظہار کرنے کی عادت بڑھ گئی ہے۔ بات اچھی ہو تو سبھی کو کرنی اورسننی چاہئے کوئی مضائقہ تو نہیں مگر خدا سے محبت کا رشتہ بنالیں تو کبھی کوئی نہ تنہا ہوگا یا اداس ہوگا یا بھی بے رخی اور بے مروتی کے حادثات کا شکار ہوگا۔دعا کرتی ہوں کہ

بڑھتی رہے خدا کی محبت خدا کرے
حاصل ہوتم کودیدکی لذت خدا کرے

ایک دوسرے کو اس دن کارڈ بھجوانے کےلئے کارڈ ایسوسی ایشن والوں کو ایک لاکھ کارڈ اندازاًتیار کرنے پڑتے ہیں اور جبکہ سال کے دوران ہونے والے سب سے بڑے تہوار کرسمس پر تقریبا 2.6لاکھ کارڈ تیار کرنے پڑتے ہیں۔یہ بڑی رقم اور وقت جو لوگ ان موقعوں پر خرچ کرتے اور اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں جبکہ سب کو صرف اور صرف خداسے پیار کےلئے اتنا کچھ کرنا چاہئے اورسچا پیارتو کارڈ یا پارٹیاں اور تحفے بھی نہیں چاہتا۔دلوں کوسمجھا کررکھیں اور نیکی پر قائم رہیں اور اپنی طاقت سے بڑھ کر خرچ بھی نہ کریں۔اپنے ساتھی کوبھی ایسے ہی پیار کریں جس طرح آپ کا دل چاہتا ہے کہ آپ کو پیار ملے ۔ خدا تعالی سب نفرت کرنے والوں کو بھی پیار بھرے دل عطا فرمائے ۔

Love For All Hatred For None کا ہارگلے میں ڈال کریہ اعلان کرنا چاہئے کہ کیا اور پرخلوص پیار اور سکون خداسے پیار کرنے سے ضرور جاتا ہے۔بے چارے ویلنٹائن بھائی نے اچھا سبق دیا جو اس دن یعنی 14 فروری کو منایا جاتا ہے۔

یہ دن کافی اہم بنتا جارہا ہے اس لئے میں نے سوچا کہ اس پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالنے کی کوشش کروں جودلچپسی سے خالی نہ ہو۔ یہ 270 عیسوی کی بات ہے اورابھی تک اس کی داستانیں دہرائی جاتی ہیں گویا سبق ملا کہ نیکی کا کام بھی اگر جان جوکھوں میں ڈال کر کرنا پڑے توبھی دریغ نہ کرو۔پیار کا تعلق بڑھانے، اس کا اظہار کرنے اور اقرارکرنے کے اندازاورحدبھی توہوتی ہے مگر یہ دن منانے والے جو کبھی پیار کے بندھن میں انسانوں سے نہ بندھے ہوں یعنی کبھی شادی نہ کی ہو، والدین اللہ کو پیارے ہو گئے ہوں ،بھائی بہنوں سے بھی دور کا تعلق ہوتو لے دے کے ان کے گھر میں اپنے پالتو جانوروں جن میں کتے،بلے ،کبوتر،چڑیاں اور مچھلیاں ہی ہوتی ہیں ان سے یہ لوگ بہت ہی پیار کرتے ہیں۔یہاں تک کہ کئی مرنے والے اپنی جائیدادبھی ان پالتو جانوروں کے نام لکھ جاتے ہیں اور اسی طرح ویلنٹائن ڈے پر بھی ان جانوروں کو سیر کےلئے لے کر جاتے ہیں۔خاص کھانا کھلاتے ہیں،بہت پیار کرتے اور تصویر ان کے ساتھ یا ان کو گود میں لےکرکھنچواتے ہیں اور اس طرح سے ان لوگوں کے گھر جانوروں سے پیار کرتے ہوئے تصاویر سے بھرے نظر آتے ہیں اور ساری عمر کی تیار کردہ البم بھی ایسی ہی تصاویر سے اَٹی پڑی ہوتی ہیں۔

(زجاجۃ صفحہ 318۔326)

****

آصف محمود باسط ۔لندن

نُصِرۡتَ بِالرُّعۡبِ

سپین کے سفر سے حضور ابھی واپس تشریف لائے ہی تھے کہ تین ہفتوں کے طویل وقفہ کے بعد خاکسار پہلی مرتبہ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہونے والا تھا۔بہت سے معاملات تھے جن پر ہدایت لینا مقصود تھا اور پھر اس روز ملاقات کے لئے حاضر احباب کی تعداد بھی کچھ زیادہ تھی ۔ لگتا تھا کہ شاید بمشکل تمام معاملات پیش کر سکوں گا۔ مگر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا احوال کچھ عجیب ہے۔ پیچیدہ سے پیچیدہ معاملہ بھی ثانیوں میں حل فرما دینا ، اس پر ہدایات ارشاد فرمانا اور سائل کے تمام سوالات کے جوابات چند ہی الفاظ میں یکجا کر کے اسے مطمئن کر دینا حضور ہی کا خاصہ ہے۔

حضور انور نے یاد فرمایا ، حاضر ہوا ، معاملات پیش ہوئے اور حضور انور نے انہیں سلجھا دیا ۔ پھر ارشاد ہوا :

’’ اور ؟‘‘

یہ ’’ اور ؟‘‘ بہت قیمتی تھا۔ سو وہ سوال خدمت اقدس میں پیش کر دیا جو بہت عرصہ سے ذہن میں تھا۔بلکہ بہت سے ذہنوں میں ہو گا۔

یہ سوالات اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے بصیرت افروز ارشادات قارئین کیلئے پیش ہیں۔

’’ حضور ! آپ دنیا کے بڑے بڑے ایوانوں میں تشریف لے جاتے ہیں۔ عام آدمی تو ایسے ا سٹیج پر جاتے ہوئے دل میں ایک رُعب محسوس کرے گا۔ حضور کے احساسات کیا ہوتے ہیں ؟‘‘

’’ جن لوگوں کو یہ رُعب محسوس ہوتا ہے ، وہ وہ لوگ ہوتے ہیں جنھوں نے اپنی طرف سے کوئی بات بیان کرنی ہو ۔ اپنا کوئی نظریہ ، کوئی فلسفہ بیان کرنا ہو ۔ میں نے اپنی ذاتی بات تو بیان کرنی نہیں ہوتی ۔ نہ ہی مجھے ذاتی شہرت کی کوئی خواہش ہوتی ہے۔ میں نے اسلام کی تعلیم بیان کرنی ہوتی ہے، اور بس میرا کام تو اللہ نے بڑا آسان کر دیا ہوا ہے۔ جتنی تقریریں ہیں ،وہ سب قرآن کریم کی آیات ، احادیث ، حضرت رسول کریم ﷺ کی سنت ، فرمودات حضرت مسیح موعودؑ پر ہی مبنی ہوتی ہیں۔ جہاں یہ باتیں بیان ہوں، وہاں دوسرے رُعب میں آئیں گے ، بیان کرنے والا رُعب میں نہیں آئے گا۔

مجھے یاد ہے ، جب میں کیپٹل ہل میں خطاب کرنے جا رہا تھا۔ جماعت امریکہ کے بعض احباب نے اس ایوان کی عظمت و شوکت کا ذکر کیا اور اس کی اہمیت خوب بیان کی۔ اس میں وہاں کی فوج کے پادری اور بعض پڑھے لکھے امریکن افراد کا ایک گروپ جو لیکچر وغیرہ دیتے ہیں ، وہ ملا ۔ آپ نے کل کیپٹل ہل میں خطاب کرنا ہے ، کوئی پریشانی اور گھبراہٹ تو نہیں ؟ میں نے کہا میں نے مذہب کی تعلیم اور حالات حاضرہ کا ذکر کرنا ہے ،اس لئے مجھے فی الحال تو کوئی گھبراہٹ نہیں ۔ تعجب سے کہنے لگے ہم وہاں اکثر لیکچر دیتے ہیں لیکن اس سے پہلے بہت گھبراہٹ محسوس کرتے ہیں ۔بہرحال ، بات آئی گئی ہو گئی۔

لیکن میں جس وقت کار میں وہاں جا رہا تھا تو راستے میں اپنے خطاب کے نوٹس دیکھے۔ اُس وقت میرے دل میں ایک ثانیہ کے لئے یہ خیال آیا کہ امریکہ دنیا کی ایک بڑی طاقت ہے اور پھر اس طاقت کے سربراہوں اور صاحبان بسط وکشاد کے سامنے بات کرنی ہے۔ابھی یہ خیال دل کے پاس سے گزرا ہی تھا اور اس پر غور کرنے کا موقع بھی نہ ملا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بڑے زور سے یہ ڈالا کہ حضرت مسیح موعودؑ سے اللہ تعالیٰ کا نُصِرۡتَ بِالرُّعۡبِ (تیری مدد رُعب کے ذریعہ کی گئی) کا وعدہ ہے اور میں حضرت مسیح موعودؑ کی نمائندگی کر رہا ہوں۔ یہ الفاظ ایسی طاقت اور شان و شوکت کے ساتھ اللہ نے میرے دل میں ڈالے کہ کسی دوسرے خیال کے دل کو چھو کر گزرنے کے آثار بھی باقی نہ رہے۔ یہ الفاظ حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمائے تھے۔ اور پھر یہی الفاظ میرے دل میں بھی ڈال کر میرا حوصلہ بڑھایا۔ اس کے پیچھے بھی یہی حکمت ہو گی کہ میں کون سا وہاں اپنی کوئی ذاتی باتیں بیان کرنے جا رہا تھا ، یا اپنی ذاتی برتری ثابت کرنے۔ میں نے تو اسلام کی تعلیمات بیان کرنی تھیں اور وہ خدا جس نے اسلام نازل فرمایا ، وہ اپنے اس دین کے لئے بہت غیرت رکھنے والا خدا ہے‘‘

’’ حضور ! امریکی لوگوں کا تو ایک اپنا خاص مزاج ہے ۔ اور پھر ان کے سربراہوں میں تو اس مزاج کے ساتھ ساتھ ایک تفاخر بھی ہوتا ہے۔ حضور کا ان سے ملنے کا تجربہ کیسا ہے ؟‘‘

’’ جب میں 2008ء میں امریکہ گیا تو وہاں کا ایک سینیٹر ملنے کے لئے آیا تھا ۔ جماعت امریکہ کے جن لوگوں نے اُسے مدعو کیا تھا ، وہ انہیں بار بار یہی کہتا جاتا تھا کہ اُس کے پاس وقت بہت کم ہو گا اور زیادہ دیر نہ ٹھہر سکے گا۔ جب مجھ سے ملا تو بھی عجیب عجلت کا مظاہرہ کرتا رہا ۔ اسے جماعت کا تعارفی لٹریچر بھی دینا چاہا تو یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں سینیٹر ہوں ،تحفے وصول نہیں کر سکتا۔ پوچھا کہ کتابوں کا تحفہ بھی نہیں ، کہنے لگا کوئی بھی تحفہ ۔ بلکہ ہماری تقریب سے پہلے ہی اٹھ کر چلا گیا ۔ جب مجھ سے ملا تو پوچھنے لگا کہ ’’ آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں ؟‘‘ مجھے خیال آیا کہ یہ متکبرانہ انداز ہے۔ میں نے کہا میں تم سے کچھ لینے نہیں آیا،بلکہ تم لوگوں کو صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ اگر تم اپنے ملک اور دنیا کو بچانا چاہتے ہو تو پھر انصاف سے اپنے ماحول کا جائزہ لو۔

خیر ! جب میں 2012ء میں امریکہ گیا ہوں اور کیپٹل ہل میں تقریر کی ہے تو تم نے دیکھا ہی ہے کہ حاضرین کے تاثر ات کیسے تھے (قارئین کو یاد ہو گا کہ کانگریس کے تمام موجود ممبران نے حضور کے خطاب کے بعد کھڑے ہو کر دیر تک دادو تحسین پیش کی۔ ناقل) وہاں وہ سینیٹر ز اور عمائدین کے جوش و جذبہ کو دیکھ کر بڑا مرعوب نظر آتا تھا۔پھر خود بڑے ادب سے ملنے کے لئے بھی آیا ۔ تو ان دنیا داروں کا تو یہی حال ہے کہ دنیا کے رنگوں سے متاثر ہو جاتے ہیں۔اور جو دنیا داری سے متاثر ہو جائے ، لوگوں کے رویہ کو دیکھ کر اپنے رویہ کو تبدیل کر لے ، اس کا کیسا رعب ؟‘‘

’’ حضور ! دنیا میں باقی لوگوں نے جب کسی جگہ تقریر کرنی ہو یا پریس کانفرنس کرنی ہو ، انہیں بریفنگ دی جاتی ہے ، یہاں تک کہ Body Language کے بارہ میں بتایا جاتا ہے کہ بات کرتے ہوئے اپنے چہرہ کو نہیں چھونا وغیرہ ...‘‘

’’ میں تو اپنی عام body language کو برقرار رکھتا ہوں، وہ بھی کسی شعوری کوشش سے نہیں۔ کبھی یہ سوچنا نہیں پڑا کہ کیسے کرنا ہے کیسے نہیں۔ اس میں بھی وہی بات ہے کہ اپنی ذاتی بات کرنی ہو گھبراہٹ ہو بھی ، جب بات ہی اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی ہے ، تو پھر یہ چیزیں تو بے معنی ہو جاتی ہیں‘‘

’’ جب ٹی وی اور اخبارات کے نمائندے انٹرویو کرتے ہیں ، تو حضور اس کی کوئی خاص تیاری فرماتے ہیں ؟‘‘

’’ انہوں نے بھی جو کچھ پوچھنا ہے ، اس کا جواب بھی میں نے قرآن کریم ، حدیث اور حضرت مسیح موعودؑ کے فرمودات میں سے دے دینا ہے۔ جب کینیڈا میں پیٹر مینز برج نے انٹرویو کرنے آنا تھا تو کینیڈا کی جماعت کے امور خارجہ والے کہنے لگے کہ اس کے آگے بڑے بڑے وزیر سفیر بھی گھبراتے ہیں ۔ شاید مجھے ذہنی طور پر تیار کر رہے تھے۔ میں نے یہی کہا کہ ٹھیک ہے ، گھبراتے ہوں گے۔ انٹرویو کرے گا تو دیکھ لیں گے ۔ تو جب انٹرویو کرنے آیا تو میں نے اس سے بھی اسی طرح بات کی جس طرح میں کسی بھی صحافی بلکہ کسی بھی غیر مہمان سے کیا کرتا ہوں۔ جب اس نے عورتوں کی Segregation کی بات کی تو میں نے بغیر کسی بھی طرح کی ہچکچاہٹ کے اسے کہا کہ ہم علیحدہ علیحدہ تقریبات کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ آپ نے خود Segregation کا لفظ استعمال کیا ہے ، میں نے اسے فوراً درست کیا کہ اسلامی پردے کے لئے یہ لفظ مغربی دنیا کی اختراع ہے ، میں نے تمہارا ہی لفظ تمہارے ساتھ استعمال کیا ہے۔ تو یہ بھی اسلامی تعلیم تھی ۔ اللہ تعالیٰ خود بخود رعب پیدا فرما دیتا ہے ، پھر سامنے خواہ کوئی بھی ہو ‘‘

ایک اور سوال جو دل میں ایک لمبے عرصہ سے دبائے بیٹھا تھا، خدمت اقدس میں پیش کر دیا ۔

’’ خلافت جوبلی کے موقع پر جو حضور نے خطاب فرمایا ، اس میں حضور نے فرمایا تھا کہ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے بہت پہلے سے تسلی دے رکھی ہے کہ وہ خود وفادار مددگار پیدا فرمائے گا۔ حضور، یہ وعدہ کب عطا ہوا تھا ؟‘‘

’’ یہ تو بہت پہلے کا ہے ۔ خلافت سے بھی بہت پہلے کا ۔ زمانہ طالب علمی میں یہ الفاظ مجھے دکھائے گئے ، بڑے واضح طور پر :

یَنۡصُرُكَ رِجَالٌ ....

پھر یہ وعدہ مختلف مواقع پر مختلف رنگوں میں پورا ہوتا رہا ، مگر اصل معنی تو خلافت کی ذمہ داری ملنے کے بعد کھل کرسامنے آئے۔

اسی طرح ایک مرتبہ بہت جلی حروف میں ، بہت خوبصورت ، بہت وسیع وعریض رسم الخط میں آسمان پر لکھا ہوا دکھا یاگیا :۔

اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

اور پھر دل میں ڈالا گیا کہ سب کام اللہ نے ہی کرنے ہیں ۔تو اسی طرح اللہ تعالیٰ مختلف طریقوں سے بات دل میں ڈال دیتا ہے۔ مشکل ہو تو حل ہو جاتی ہے۔ سوال ہو تو جواب مل جاتا ہے‘‘

’’ حضور ! یہ جو دل میں ڈالنے والی بات ہے... ‘‘ میں اس قدر کہہ کر آگے نہ بول سکا خاموش ہو گیا ۔ حضور نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا۔

’’ تم اپنا سوال پہلے Phrase کر لو‘‘

اس سوال کو فریز کرنا ، اور وہ بھی حضرت صاحب کی موجودگی میں، تقریباً ناممکن تھا۔ حضور کی طرف سے یہ حوصلہ افزا جملہ نہ آتا تو شاید کبھی اپنے سوال کو الفاظ میں نہ ڈھال سکتا ۔

’’ حضور ! براہ راست کلام کا شرف تو حاصل ہوتا ہو گا ؟‘‘ بہت ہمت کر کے یوں لجایا ، شرمایا ، گھبرایا سا سوال عرض کر دیا۔

’’ بات یہ ہے کہ براہ راست کلام کیا ہوتا ہے ؟ اللہ تعالیٰ کے تو اپنے طریقے ہیں ۔اور میرے ساتھ اللہ کا کچھ الگ ہی طریق ہے۔ دل میں اس شدت سے کوئی خیال پیدا فرما دیتا ہے کہ سب مسائل حل ہو جاتے ہیں ۔ یا صبر آ جاتا ہے ۔ دل کو تسلی ہو جاتی ہے۔ یا پھر جو مسئلہ درپیش ہو اس میں رہنمائی مل جاتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ خود میرے کام کر دیتا ہے۔ کام ہو گیا تو سمجھو کلام ہو گیا ‘‘

اب یہ حال ہو چکا تھا کہ

بجھی نہیں ہے پیاس ، کہ جانے کہاں کی ہے

’’ حضور جب پاکستان میں تھے ۔ بارہا خبروں میں اخباروں میں برٹش پارلیمنٹ کی عمارت کی تصویر دیکھی ہو گی ۔دنیا کے دیگر پارلیمنٹس کی تصاویر بھی نظر سے گزرتی ہوں گی۔ کبھی سوچا بھی نہ ہو گا کہ حضور ان ایوانوں میں خطاب فرمائیں گے ‘‘

فرمایا : سوچنا کیا ، کبھی کوئی ایسا خیال بھی ذہن سے نہیں گزرا۔ بات یہ ہے کہ

جس پنڈ جانا نئیں ، اودھا راہ کیوں پچھنا ؟
(جس گاؤں جانا ہی نہیں ، اس کا راستہ کیا پوچھنا)

عرض کی کہ ’’ حضور ! مگر اس پنڈ تو آنا ہی پڑا ‘‘

ارشاد ہوا ۔ وہ تو اللہ تعالیٰ زبردستی لے آیا۔ ورنہ اس راستے کا تو نہ کبھی سوچا تھا ، نہ پوچھا تھا ۔ میرا حال تو ہمیشہ وہی رہا جو بلھے شاہ نے کہا ہے کہ

جے میں ویکھاں عملاں ولے، کج نئیں میرے پلے
جے ویکھاں تیری رحمت ولے، بلے ، بلے، بلے

یہاں یہ بارش تھم گئی ۔ مگر اس بارش کے دوران ایسا تھا کہ وقت تھما ہوا تھا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایسے لمحات میں وقت ساکت محسوس ہوتا ہے۔ کیوں نہ ہو؟ جس ہستی سے اللہ نے نُصِرۡتَ بِالرُّعۡبِ کا وعدہ کیا ہو ، اس کے آگے تو وقت بھی ہاتھ باندھے کھڑا رہتا ہے۔

****

ڈاکٹر نذیر احمد مظہر۔کینیڈا

مریضانِ قلب کے لئے مفید ہدایات (سوال وجواب کی شکل میں)

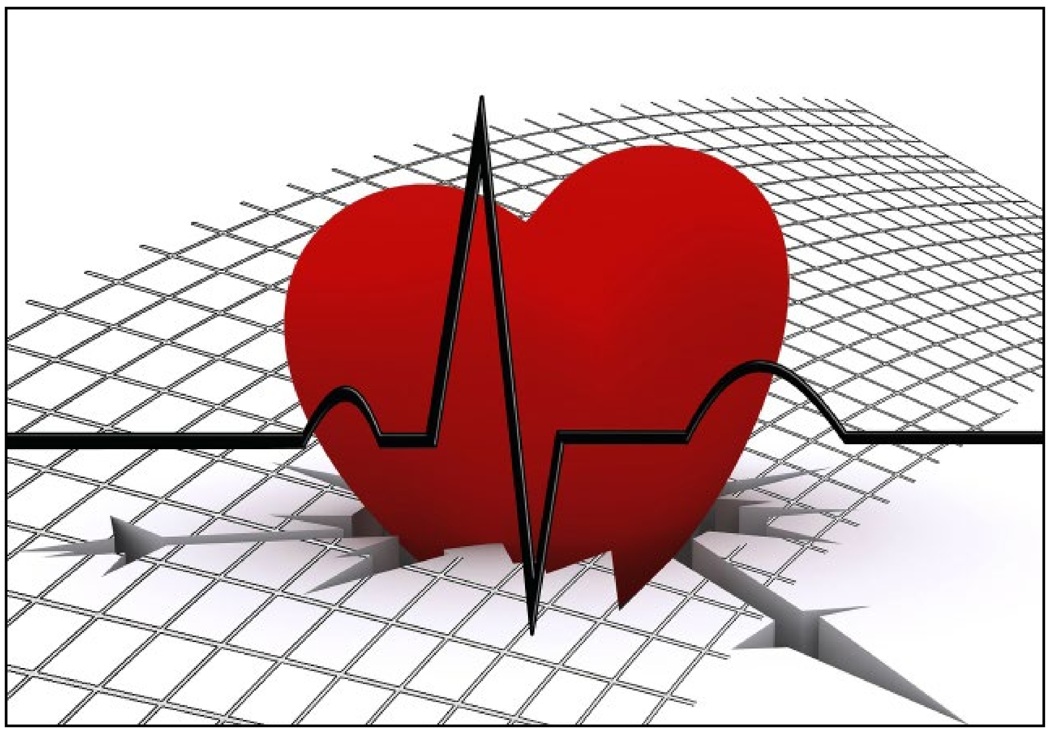

س: کیامریضانِ قلب کیلئے کوئی آسان جسمانی ورزش ہے؟ اور اگر ہے تو اس کا طریق اور افادیت کیا ہے ؟

ج:ڈیپ بریدنگ، یعنی لمبی گہری سانسیں لینا،صبح سویرے اٹھیں اور صاف ستھری فضا میں جہاں آکسیجن خاصی موجود ہوتی ہے کھڑے ہو کر یابیٹھ کر یالیٹ کر (حسبِ طبیعت وحالات وموسم)گہری لمبی سانسیں لیں،یعنی پھیپھڑوں کوآہستہ آہستہ خوب بھریں، کچھ دیر ہولڈ رکھیں اورپھر خوب خالی کریں،اللہ تعالیٰ نے جسم کو فاسد مادوں سے صاف کرنے کیلئے نظامِ اخراجِ فضلات کو قائم کیا ہے اس میں پھیپھڑے، گردے، انتڑیاں اور جلد شامل ہیں۔ پھیپھڑوں کی راہ سے زہریلے مادے خارج ہوتے ہیں۔ جب گہری لمبی سانس لیں گے تو اس سے پھیپھڑوں میں صاف آکسیجن خوب بھرے گی جو خون کو بخوبی صاف کر ے گی اور دل کو صحت بخش تازہ خون ملے گا۔ جب اس کو خارج کریں گے تو فاسد مادے خارج ہوں گے اور مدافعانہ نظام مضبوط ہوگا۔ امراضِ قلب میں خون میں موجود کولیسٹرول(خون کی چکنائی)کی پھٹکیوں کے سبب خون پوری طرح نہیں پہنچ پاتا اوراس طرح دل کو تازہ آکسیجن ملاخون نہیں ملتا۔ اس عمل کے ذریعہ مدافعانہ نظام مضبوط ہوکر مذکورہ پھٹکیوں کو ازخود تحلیل کرنے کی سعی کرتا ہے۔ نیز صاف شدہ خون قلب اور دیگر اعضائے بدن کو طاقت بہم پہنچاتا ہے۔ یاد رہے کہ طاقت صرف اچھی غذاؤں یا دواؤں میں ہی نہیں بلکہ طاقت خالص اور مصفّٰی ہوا میں پائی جاتی ہے۔

قیامِ جسمِ خاکی ہے نفس پر
بنا اُپنے مکان کی ہے ہوا پر

س: یہ عمل کتنی دیر تک کرنا چاہئے اور کس جگہ کومنتخب کرنا چاہئے؟اس کے لیئے وقت کون سابہتر ہے ؟

ج: یہ عمل کم از کم نصف تا ایک گھنٹہ کرنا چاہئے اور اس کیلئے صاف ستھری کھلی فضا، جہاں پھول،پودے اور سبزہ ہواچھی ہے، اگر ایسی جگہ میّسر نہ ہو تو صحن میں یا کمروں کی چھت پر، بہرحال ہوا دار جگہ جہاں کثافتیں نہ ہوں اور صاف ستھری فضا ہو، سردیوں میں کمرے کے اندر کھڑکی یا دروازے کے پاس ٹہل کر، بیٹھ کر یا لیٹ کر(جہاں ہوا کا گزر اچھا ہو) گہری لمبی سانسیں لیں۔ اگر یہ عمل کمرہ کے اندر کرنا ہو تو اگر ممکن ہو تو کھڑکی کھول لیں، نیز شوروغل کے سبب یہ کام صحیح طور پر انجام نہیں پاسکتا لہٰذا ایسی جگہ سے اجتناب کیا جائے،اس کیلئے بہترین وقت جب سورج طلوع ہورہا ہو یا ہوچکا ہو ہے، کیونکہ اس وقت فضا میں آکسیجن خاصی مقدار میں ہوتی ہے۔چونکہ رات کے وقت پودے کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس خارج کرتے ہیں لہٰذا رات کے وقت پودوں کے پاس یہ عمل نہیں کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ جو وقت بھی مناسب لگے معمول بنا لیں لیکن صبح کا وقت زیادہ مناسب ہے۔

س: گہری لمبی سانسیں لینا اور خارج کرنابظاہر معمولی عمل ہے اس کاطرز عمل کیا ہے؟

ج: مریضانِ قلب میں عموماً خون میں کولیسٹرول یا خون کی چکنائی بڑھ چکی ہوتی ہے اور رگوں کی تنگی کے باعث دل کو آکسیجن ملا تازہ خون نہیں مل رہا ہوتا اس سے دل کی کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔اس کے برعکس اس عمل سے آکسیجن ملا تازہ و حیات بخش خون پورے جسم کے خلیات کی آبیاری کرتا ہے۔قوتِ حیات (Vital Force) یاقوت مدافعتِ مرض مضبوط ہوتی ہے جو خود بخود بیماریوں اور جراثیمی حملوں کو پسپا کرتی رہتی ہے۔ نیز جو زہریلے فاسد مادے جسم میں جمع ہو کر امراض کا باعث بنتے ہیں، نظامِ اخراج فضلات کے اعضاء جلد، گردے، پھیپھڑے اور انتڑیوں کی راہ سے ان کا بہتر رنگ میں دفعیہ ہوتا ہے اور تازہ ہوا مقوی غذاؤں سے بڑھ کر جسم کو توانائی فراہم کرتی ہے، اس سے بفضلِ تعالیٰ بے خوابی کے شکار لوگوں کو خوب نیند آتی ہے اور دیگر عوارض سے بھی بچاؤ رہتاہے۔پیٹ بھر کر کھانا تو ویسے ہی دل کے مریضوں کو خود پر حرام قرار دینا چاہئے، بہرحال یہ عمل خالی پیٹ کرنا چاہئے۔

س: اگر کوئی مریض ایلوپیتھک ادویات جو عوارض قلب سے متعلق ہوں استعمال کر رہا ہوتو کیا وہ اُن کو چھوڑ دے؟

ج: اُن کو ہر گز نہ چھوڑیئے بلکہ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق ان کا استعمال جاری رکھیں۔ جوں جوں گہری اور لمبی سانس کے عمل سے فائدہ ہوتا جائے ڈاکٹری ہدایت کے مطابق ان ادویات کو بتدریج کم کرتے کرتے بند کردیں کیونکہ ایلوپیتھک ادویات بہت سے ذیلی بداثرات رکھتی ہیں۔ لہٰذا عمل تنفس کے عمل سے جوں جوں افاقہ ہوتا جائے آہستہ آہستہ ڈاکٹری مشورہ کے تحت بند کر سکتے ہیں،اگر ڈاکٹرز ایسی ادویات جاری رکھنے کا مشورہ دیں تو جاری رکھیں نیز ہومیو پیتھی اور ہربل ادویات کا استعمال دورانِ عمل تنفس جاری رکھیں۔

س: کیا گہری اور لمبی سانسیں لینے کے عمل کے دوران ہومیوپیتھک وہربل ادویات استعمال کی جاسکتی ہیں؟

ج: جی ہاں! بلکہ ان کے استعمال سے بہتر نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ہائی بلڈپریشر اور دل کی اکثر بیماریوں میں ٹنکچر کریٹگس Crataegus Q استعمال کرائیں۔ اگر برابر وزن مدر ٹنکچر راؤو لفیا سرپنٹانا Rauwolfia serp Qساتھ استعمال کروائیں توبلڈپریشر بھی کنٹرول میں رہے گا۔ بڑی پیک یعنی 450ML کسی اچھی کمپنی کاخرید کر دونوں کو یکجا ملا لیں اور دس، پندرہ قطرے ایک گھونٹ پانی میں ملا کر دن میں دو تین بار استعمال کروائیں، بڑی پیکنگ کافی سستی پڑتی ہے۔ خون کو پتلا کرنے کے لیے آرنیکا 200 Arnica اور لیکسس 200 Lachesis ملا کر ہفتہ میں دو تین بار استعمال کرائیں۔

س: گہرے اور لمبے سانس لینے کے اس سادہ عمل سے بیماریوں سے شفاء کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟

ج: تازہ آکسیجن جو ایک ایک خلیہ کے لیے حیات بخش ہے، پہنچتی ہے اور پھیپھڑوں کی راہ سے فاسد مادے سانس کے ذریعہ واپس خارج ہوتے ہیں اور انسانی جسم ہر بیماری سے شفاپاتا ہے اور امراض و جراثیم کے حملے خود بخود پسپا ہوتے ہیں اور یقینی طور پر کوالٹی آف لائف بتدریج بہتر ہوتی جاتی ہے،جسم انسانی خلیات سے مل کر بنا ہے اور خلیات کو صحت مند رہنے کیلئے تازہ ہوا کی اشد ضرورت ہوتی ہے،یہ عمل پورے جسمِ انسانی کوطاقت بخشتا ہے اورامراض کا حملہ پسپا کرتا ہے، ڈاکٹری مشورہ سے ایک گھنٹہ روزانہ ٹہل کر دیکھیں اور ٹہلنے کے دوران گہری لمبی سانسیں لیں، پانی کا زیادہ استعمال کریں، کم خوری اپنائیں، یاد رہے ورزش کا معمول انسان کو امراض قلب سے ہی نہیں بلکہ ہر قسم کے امراض سے بچا تاہے۔

س: کیا گہری لمبی سانسیں لینے کا عمل امراض قلب میں مفید ہے یا بعض دیگر امراض میں اس کو مفید پایا گیا ہے؟

ج: اسے ہم نے بفضل خدا درد دل کے علاوہ دیگرامراض قلب میں بلاضرر مگرمفید پایا ہے۔ اسی طرح امراض تنفس میں الرجک دمہ یا دمہ قلبی میں بھی مفید پایا ہے۔ تاہم دیگر ہدایات پر عمل کرنے سے جس قدر زیادہ ہدایات پر عمل ہوگا اسی قدر فائدہ بھی زیادہ ہوگا۔ بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ سانس لینے کے عمل کو اگر بطور حفظ ماتقدم تندرست افراد التزام کے ساتھ جاری رکھیں اور آرام طلبی کی زندگی پر جسمانی کسرت کی زندگی کو ترجیح دیں تو بفضلِ خدا امراضِ قلب سے بچا جاسکتا ہے،دل کے مریض عموماًبے خوابی(sleep apnea) کا بھی شکار ہوتے ہیں جس سے مرض مزید شدید ہوجاتا ہے، رات سونے سے قبل یا بعد ازاں آنکھ کھلنے پر عمل تنفس گہری نیند لاتا ہے، دانتوں کی صفائی پر اسلام میں بہت زور دیا گیاہے، ہر کھانے کے بعد دانتوں کی اچھی طرح صفائی کرنامریضانِ قلب کیلئے ازبس ضروری ہے اور مرض کو بفضلِ تعالیٰ کم کرتا ہے ۔

****

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
0044 74 9378 5065
0044 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

امۃ الباسط ایاز۔لندن

ویلنٹائن ڈے Valentine Day

ہم سب اللہ میاں کی بنائی ہوئی دنیا میں مختلف ملکوں خطوں اور ریاستوں ضلعوں اور شہروں میں رہتے ہوئے بھی اپنی کچھ الگ پہچان بھی رکھتے ہیں جہاں رنگ و روپ کے علاوہ عادات اور رسم و رواج بھی دوسرے سے الگ ہوتے ہیں اور پھر چھٹیوں کے دن اور تہوار بھی الگ وقتوں پر اور موسموں پر منائے جاتے ہیں۔یہ آپ کو معلوم ہو جا تا ہے جب آپ کسی ملک میں کچھ عرصہ رہ کر دوسرے ملک جا کر رہیں تو ضرور جانے پہچانے جاتے ہیں۔کچھ ایسا سے ہی دیکھ کر ایک غیرملکی باشندہ اپنے آپ کو ذراٹٹولتا ضرور ہے کہ میری کیا پہچان ہے؟ میں انڈین نہ پاکستانی اور نہ ہی سندھی، بلوچی کہلاتا ہوں۔کنیڈین، امریکن یا انگلش دیکھنے میں تو نہیں لگتا مگر کیا کریں مجبور ہیں کہ کبھی سال شروع ہوتے ہی New year نئے سال کی چھٹیوں کا انتظار اور پھر روشنیوں کی بے انتہا سجاوٹ بے انتہا Sales کا چرچا کہ آؤ اور سامان خریدو اور تحفے تحائف دینے لینے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔کچھ لوگ غرباء اور بیماروں کو بھی یاد رکھتے ہیں کیونکہ کرسمس کے ساتھ ساتھ ہی یعنی سال کا آخیر اور آغاز کے دونوں تہوار چھٹیاں شاپنگ تحائف اور سجاوٹ میں گزرنے ہیں گویا یورپ امریکہ کے لوگوں کولاز مًا یہ چھٹیوں کے دن کسی نہ کی طرح تو گزارنے ہی ہیں۔ ہمارےلوگ اپنے ملک بھی چلے جاتے ہیں جہاں سردی قدرے کم ہوتی ہے اور بزرگوں عزیزوں سے ملنے کا ایک بہانہ اور موقع بھی میسر آجا تا ہے خیر دو ہفتے کی بجائے تین ہفتے کٹ ہی جاتے ہیں اور اپریل میں ایسٹر کا تہوار منایا جاتا ہے مگر میں چھلانگ لگا کر اس کو زیادہ تفصیل سے بتانے کی بجائے آج کے اوپر لکھے ہوئے ہیڈ نگ کو لیتی ہوں ۔ یہ نہ ہو کہ لکھتے لکھتے پٹڑی سے اتر جاؤں اور ہمارا Valentine Dayرہ ہی جائے۔باقی پھر لکھوں گی۔چونکہ یہ فروری کا مہینہ آج کل جارہا ہے اور ہر طرف ہر گھر میں TV کے چینل پر اس تہوار کا ذکر اور دو کانوں اور بڑے بڑے سٹوروں،پلک سیر گاہوں،ریلوے سٹیشنوں اور سکولوں کالجوں ، یونیورسٹیوں میں اس دن کا ذکر ہورہا ہے۔ کارڈ تو رنگارنگ کے بہترین ہر سائز میں دل کی شکل میں اور ہر ایک کےلئے اس کے چاہنے والے کے نام کے زیور،پوسٹراور نہ معلوم کیا کچھ آپ کو ان ملکوں میں نظر آئے گااور یوں لگتا ہے کہ ہر ایک ایک قسم کی دوڑکےلئے تیاری کر رہا ہے۔ گلاب کے پھولوں کو فرانس اور روم سے منگایا جاتا ہے۔سردیوں کی وجہ سے ان ملکوں میں پھولوں کے بڑے بڑے سٹور بیش بہا قیمت سے باغبانوں کو آرڈر دےکر منگواتے اور وقت پر حاصل کرنے کیلئے گراں قدر رقم ادا کرتے ہیں کہ ہر نوجوان لڑکے یا بوڑھے جوڑوں تک نے بھی پھول خرید کراُس دن ضرور ایک دوسرے کو پیش کرنا ہے۔ بھلا ایسی کون سی بات ہے ضرور خیال آتا ہے کہ میں بھی تو پتہ چلے۔ہم اپنے اردگرد اس قدر گہما گہمی کئی سالوں سے ہوتی دیکھ رہے ہیں مگر کبھی اس کی وجہ، اس کی تاریخ اور اہمیت جانے کی کوشش نہیں کی۔ یہی وہ خیال تھا جس نے مجھے یہ معلومات حاصل کر کے لفظوں میں ڈھالنے کی کوشش کرنے پر مجبور کیا اور میں لکھ رہی ہوں۔

ویلنٹائن کے متعلق دومختلف بیان ہیں ۔ کہتے ہیں کہ ایک خدا رسیدہ ویلنٹائن نامی بزرگ انسان تھا جو روم میں رہتا تھا۔ یہ تیسری صدی کی بات ہے جبکہ عرصہ گزراوہاں ایک جابر شہنشاہ کلاڈیس Claudius نامی حکومت کرتا تھا۔اگر چہ حکمران تھا مگر اس کو اس کے ملک کی اکثریت پسند نہ کرتی تھی جن میں ایک ویلنٹائن بھی تھا۔ یہ جابر شہنشاہ اپنے ملک روم کےلئے بہت بڑی فوج بنانا چاہتا تھا اور حکم دیا کہ مرد شادیاں نہ کریں بلکہ پا بند کر دیا گیا تا کہ مرد اکیلے ہوں اور ان پر بیوی بچوں کی محبت اور ذمہ داری نہ ہو اور سب مرداس جذ بہ خدمت کولے کر شامل ہوں اور واپس نہ لوٹنے کا مطالبہ کریں اور جنگلوں میں اگر مارے بھی جائیں تو پیچھے رہنے والوں کا نہ کوئی مطالبہ ہو اور غم بھی کرنے والے کم ہوں۔کچھ لوگوں نے تو حب الوطنی کے جذبہ سے سرشار ہو کر شادی نہ کرنے کی قسم کھا کر فوج میں بھرتی ہونا قبول کرلیا مگر آخر انسانی جذبات ضرورت اور محبت کی بھی بات ہوتی ہے مگر اس ظالم بادشاہ کی مرضی کے خلاف تھاکہ کوئی بھی جوڑاشادی کے بندھن میں باندھا جائےجبکہ ویلنٹائن جوکہ نہ صرف ایک نیک دل اور خدا کا پیارا انسان تھا اور یہ بھی یادرہے کہ بے چارہ بدقسمتی سے ایک پادری بھی تھا جس کا کام ہی شادی کی تقریب میں ایجاب و قبول کروانا اور نوجوان لڑکا اورلڑکی کو اس اہم رشتہ میں شامل ہونے کےلئے دعائیں دینا اور اقرار بطر ز قول و قرار کے کروانا اس کا کام تھا۔ اب یہ بے چارہ ایک تو تھا بھی نیک دل دوسرے اس پر بھی کڑی نظر رکھی جانے لگی کہ کہیں یہ پادری ہی نوجوانوں کےلئے راستہ نہ بناتارہے اور کلاڈیس نامی حاکم کی سکیم فیل ہو جائے ۔مرتا کیا نہ کرتا بے چارہ شش وپنج میں رہنے لگا۔اپنی مذہبی ڈیوٹی بھی نہ ادا کر سکے اور فوج میں نہ جا سکے کرے تو کیا کرے۔ یہی نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہنے والی بات تھی۔ حالات اس قدر خراب ہوتے نظر آرہے تھے کہ لوگ پریشان ، نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم، ہوکر رہ گئے ۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کی زندگیاں ایک موڑ پر آکر رکتی ہوئی نظر آنے لگیں۔والدین کو بھی کچھ سمجھ نہ آرہی تھی کہ کیا کریں۔انہی حالات میں اس نیک دل پادری نے اپنے خدا کے کام کو بھی شادی کے بندھن میں لڑکے اور لڑکی کو اجازت دے کر ایجاب و قبول کروا کررجسٹر ی آفس کے کمرہ سے رخصت کرنے کا کام جاری رکھا مگر انتہائی خاموشی اور چھپ چھپا کر کر نے والی بات سمجھئے کہ رات کو دیر سے شادی کی اجازت لینے والے جوڑےکو کمرہ میں آنے کو کہتا۔ بڑ ی روشنی بجھا دی جاتی۔صرف موم بتی جلا کر دونوں کو عہد و پیمان لےکر دستخط کر وا تا اور رخصتی کی دعائیں دیتا ہوااپنے فرض اور ڈیوٹی سے سبکدوش ہوتا رہا اور دل ہی دل میں خوشی محسوس کرتا کہ میں نے دو پیار کرنے والوں کو ان کی دلی خواہش کے مطابق ایک محبت کے بندھن میں باندھ دیا ہے اور خوش ہو کر ان کےلئے دعا کیا کرتا تھا ۔شومئ قسمت ہیں کہ فروری کی چودہ تاریخ ہی کو کسی ایک نوبیاہتا جوڑےکو ایجاب وقبول کروا رہا تھا آواز بھی بے حد مدہم ہوتی تھی اور روشنی بھی مدہم مگر جب کچھ ہو نا ہو تو ہو کر ہی رہتا ہے۔ ویلنٹائن پادری صاحب کی کڑی نگرانی والوں میں سے کسی نے ان کو آن پکڑا جبکہ خوش قسمتی سے وہ جوڑا تو اندھیرے میں چوکیدار کو دکھائی نہ دیااور وہ بچ کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے مگر اس پادری کو اس پاداش میں پڑ کر جیل میں بند کر دیا گیا اور بتایا گیا کہ ملک کے حکمران کے حکم کی خلاف ورزی کر کے تم اب جیل کی سزا بھگتو۔پھر جلد تمہیں سزائے موت سنائی جائے گی۔اکثر نوجوان لڑ کے اورلڑکیاں میر ے جیل کے کمرہ کی کھڑکی کے پاس آ کر مجھ سے محبت کے الفاظ کہتے۔ ان سے پیار کی باتیں اور حوصلہ بڑھانے کی باتیں سن کر دل خوش تو ہوتا مگر مجھے اپنی موت بھی قریب آتی دکھائی دیتی تھی۔یہ بات پادری ویلنٹائن نے ان نوجوانوں کو کہی اور اکثر نوجوان لڑ کے اور لڑکیاں صرف خاموش رہ کر مجھے کھڑکی میں سے دیکھتے اور اپنے ساتھ لائے ہوئے پھول میرےکمرہ میں پھینکتے اور کئی خوبصورت کارڈ اور خوبصورت نوٹ لکھ کر لاتے اور ان کوشادی کے پیار بھرے بندھن میں باندھنے پر خوشی اور شکر گزاری کے الفاظ لکھ کر پھینک جاتے۔ یہاں تک کہ اس قدرپھولوں کا ڈھیر لگ جاتااور کبھی کبھی میں اس ڈھیر میں چھپ جاتا۔ یہ تھی وہ بات جواس پادری نے درد بھری آواز میں کہی تھی اپنے ملنے والوں کو۔آخر جابر بادشاہ روم نے اس کو سزائے موت سنا دی اوراب اس کی یاد میں یہ دن مختلف طریقوں سے 14 فروری کو منایا جاتا ہے۔ ملک بھر میں چھٹی ہوتی ہے،بچے بوڑھے اور نوجوان خاص طور پر اپنی اپنی محبت جتانے کیلئے اپنے محبت کرنے والے کوتحائف،پھول اور کارڈ دیتے ہیں۔رات کو ڈنر پر جانا بھی لازمی سمجھا جانے لگا ہے مگر بات تو بے چارے خدا رسیدہ ویلنٹائن پادری کی نیکی کی بات ہے جو کہ اسلام کی بھی تعلیم ہے۔شادی کرنا یا کروانا ثواب ہی کا کام ہے مگر ان لوگوں کو خدا کے حکموں کی سمجھ دیر سے آتی ہے۔بس بھیڑ چال کی طرح اندھادھند چل پڑتے ہیں اور کبھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کرتے کہ آخر اس دن کی اہمیت اور ضرورت اور صورت اور قابل ذکر بات کیا ہے؟ قارئین اس نوٹ کے لکھنے کے بعد مجھے بھی کچھ تو پتہ چلا ہے کہ اگر صرف پیار کا ہی اظہار

باقی ص 5پر

غروب	طلوع	14فروری 2020ء	
18:17	05:37		مکہ مکرمہ
18:15	05:40		مدینہ منورہ
17:15	05:27	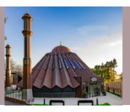	لندن
18:13	05:50		قادیان
17:53	05:29		ربوہ